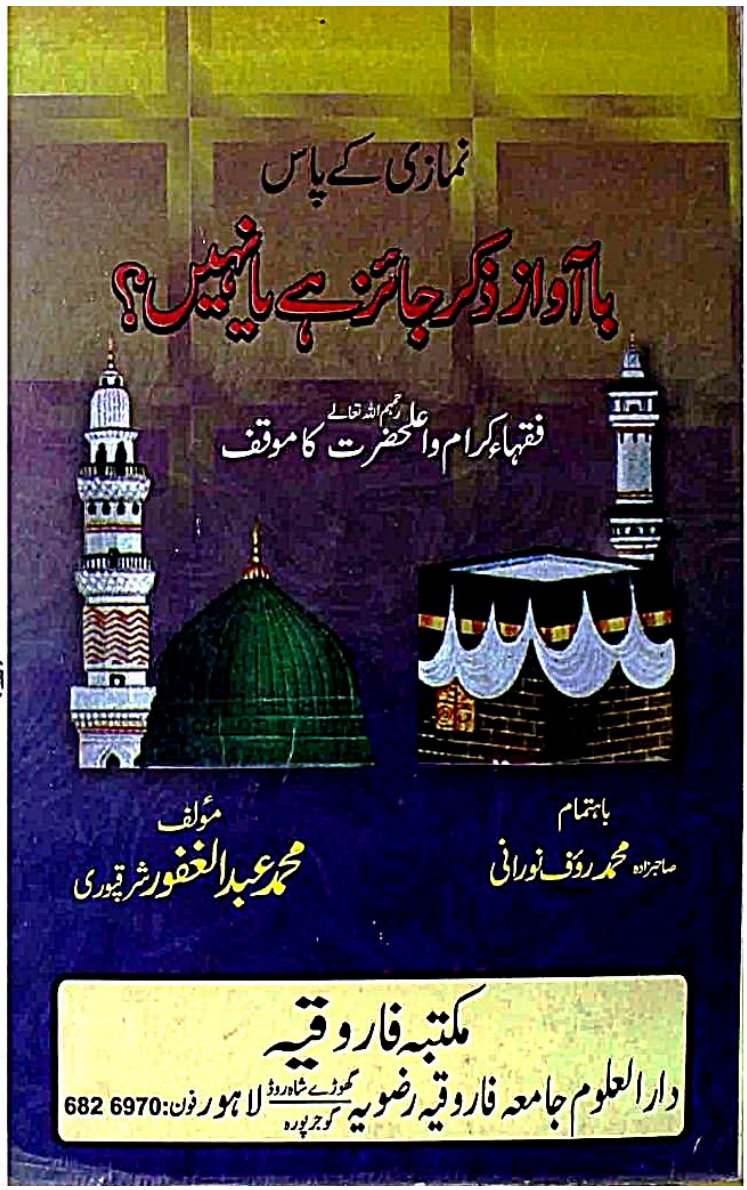

مبارکہ میں مسجدوں میں ذکر الٰہی سے روکنے والے کو بڑا ظالم فرمایا گیا ہے تو جب ذکر سے مراد نماز ہے تو نماز سے روکنے ولا نماز کے لیے رکاوٹ بننے والا بڑا ظالم ہوا اور نماز کا ذکر اللہ ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اقم الصلوۃ لذکری [1]

میری یاد کے لیے میرے ذکر کیلئے نماز قائم رکھ [2] بلکہ نماز تو تمام ذکروں کا مجموعہ ہے گویا نماز سے روکنا یا رکاوٹ بننا تمام ذکروں کا روکنا اور تمام ذکروں کیلئے رکاوٹ بننا ہے۔

پھر یہ کہ نماز ذکر فرض اور نماز کے بعد بلند آواز سے دوسرے اذکار زیادہ سے زیادہ بعض کے نزدیک مستحب اور فرض کی حفاظت زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔ اگر مستحب فرض کے لیے رکاوٹ بنے تو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے۔ اور واقعی نماز کے بعد کے ذکر و درود شریف کو روکنے والا بھی۔ مناع للخیر ہے۔ بڑا ظالم ہے۔

مگر یہ کہنا کہ جب تک نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت تک آہستہ ذکر کر لیا جائے تاکہ اُنکی نمازوں میں خلل اندازی نہ ہو۔ اور وہ اپنی نماز سکون و اطمینان کے ساتھ پوری کر لیں یہ ذکر کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر بھی تو ذکر ہے اور ان نمازیوں کی فراغت کے بعد جیسے چاہیں آہستہ یا بلند ذکر کر لیں۔ اور مسجدیں

---

[1] محمد افضل قادری، پیر: اشتہار اذان واقامت وغیرہ ۱۵ مسائل کے دلائل کلام ۳

[2] محمد عبدالرشید، مولوی: رشدالایمان، ص ۲۲۸

[3] ابوداؤد محمد صادق قادری، مولانا: اذان و نماز کے بعد ذکر و درود، ص ۷

(بقیہ صفحہ ۲۲۳) بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۱۰۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قرآن کریم میں ہدایت و ایمان کو بصارت اور کفر و ضلالت کو اندھا پن فرمایا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ پیغمبر کسی کے ذمہ دار نہیں۔ اگر تمام جہان گمراہ رہے تو نبی کا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر تمام جہان ایمان لے آوے تو ان کی نبوت میں زیادتی نہیں ہوتی سورج کے انکار سے اس کا نور گھٹ نہیں جاتا۔ اور اقرار سے بڑھ نہیں جاتا۔ لہٰذا ہم حضور کے محتاج ہیں۔ حضور اپنے رب کے سوا کسی کے حاجت مند نہیں۔ ۱۱۔ یعنی قرآنی آیات کے نزول کی دو حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ سعید لوگ اس سے ہدایت پائیں۔ دوسرے یہ کہ بدنصیب یہ کہیں کہ آپ یہ قرآن کسی سے سیکھ کر ہم کو سناتے ہیں۔ چنانچہ کفار عرب کہتے تھے کہ بنی جبیر و یسار سے پڑھ کر ہم کو سناتے ہیں۔ خیال رہے کہ لِيَقُوْلُوْا میں لام عاقبت کا ہے نہ کہ تعلیلیہ، یعنی ان آیات کے نزول کا انجام یہ ہو گا (تفسیر خازن و بیضاوی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات کفار کی گمراہی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ جیسے بارش سے بعض درخت سوکھ جاتے ہیں۔

۱۔ خواہ وحی جلی ہو جیسے قرآن یا وحی خفی جیسے حدیث شریف۔ کیونکہ حدیث و قرآن دونوں ہی وحی ہیں۔ لہٰذا یہ آیت چکڑالویوں کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ۲۔ یعنی فی الحال مشرکین سے روگردانی فرمالیں۔ ان پر سختی نہ کریں۔ جب جہاد کی آیات آویں تب جہاد فرمانا۔ لہٰذا یہ آیت جہاد کی آیت سے منسوخ ہے (خازن و بیضاوی) یا یہ معنی ہیں کہ آپ مشرکوں کی بات نہ مانیں۔ لہٰذا یہ آیت محکم ہے ۳۔ معلوم ہوا کہ کفار کا کفر رب کے ارادے سے ہے ہاں اس کی رضا سے نہیں۔ ارادہ اور رضا میں بڑا فرق ہے۔ ۴۔ یعنی آپ ان کے ذمہ دار نہیں کہ ان کے کفر کا آپ سے سوال ہو کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے ۵۔ مسلمان کافروں کے بتوں کی برائیاں کرتے تھے۔ وہ بے وقوف شان الٰہی میں بکواس کرنے لگے۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت پرستوں کے سامنے ان کے معبودوں کو برا نہ کہو ابن انباری فرماتے ہیں کہ یہ آیت آیات جہاد سے منسوخ ہے جب مسلمانوں میں طاقت آگئی کہ کفار کو رب کی شان میں گستاخی سے روک سکیں تو انہیں اس کی اجازت مل گئی۔ (خازن۔ خزائن العرفان) اس لئے خود قرآن کریم میں شیطان اور بتوں اور سرداران قریش کی برائیاں بھری پڑی ہیں۔ رب نے فرمایا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ الخ۔ اور فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ وغیرہ۔ اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بن جائے جو ہم سے مٹ نہ سکے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ بتوں کی برائی عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ واعظ و عالم اس طریقہ سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو جائے اور فساد و مار پیٹ تک نوبت پہنچے۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہو کہ اسے نصیحت کرنا اور زیادہ خرابی کا باعث ہو گا تو نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ کبھی ضد سے انسان اپنا دین بھی کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اللہ کو مانتے تھے۔ پھر حضور کی ضد میں اس کی شان میں بھی بے ادبی کرتے تھے ۶۔ معلوم ہوا کہ زیادہ قسمیں کھانا کفار کا طریقہ ہے۔ شیطان نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے قسم ہی کھائی تھی۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۔ ۷۔ شان نزول۔ کفار مکہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ حضرت موسیٰ عیسیٰ و صالح کے معجزات بیان فرماتے ہیں۔ اگر ہم کو ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھادیں تو ہم آپ پر ایمان لے آویں فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ بولے کہ صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے یا ہمارے بعض مردے جی کر آپ کی گواہی دے دیں۔ یا فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔ فرمایا اگر ان میں سے کچھ

بقیہ صفحہ ۹۶۱ پر

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ
تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے لہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ
منہ پھیر لو ۲ اور اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے ۳ اور ہم نے تمہیں ان پر
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا
نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے نہیں ۴ اور انہیں گالی نہ دو
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا
جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ
زیادتی اور جہالت سے ۵ یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے
اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
Page-224.bmp
ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ
اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی ۶ اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر انکے پاس کوئی
لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا
نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے تم فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں
يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ
کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے ۷ اور ہم پھیر دیتے ہیں ان
اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ
کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے ۸
وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع
اور انہیں چھوڑ دیتے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا پھریں

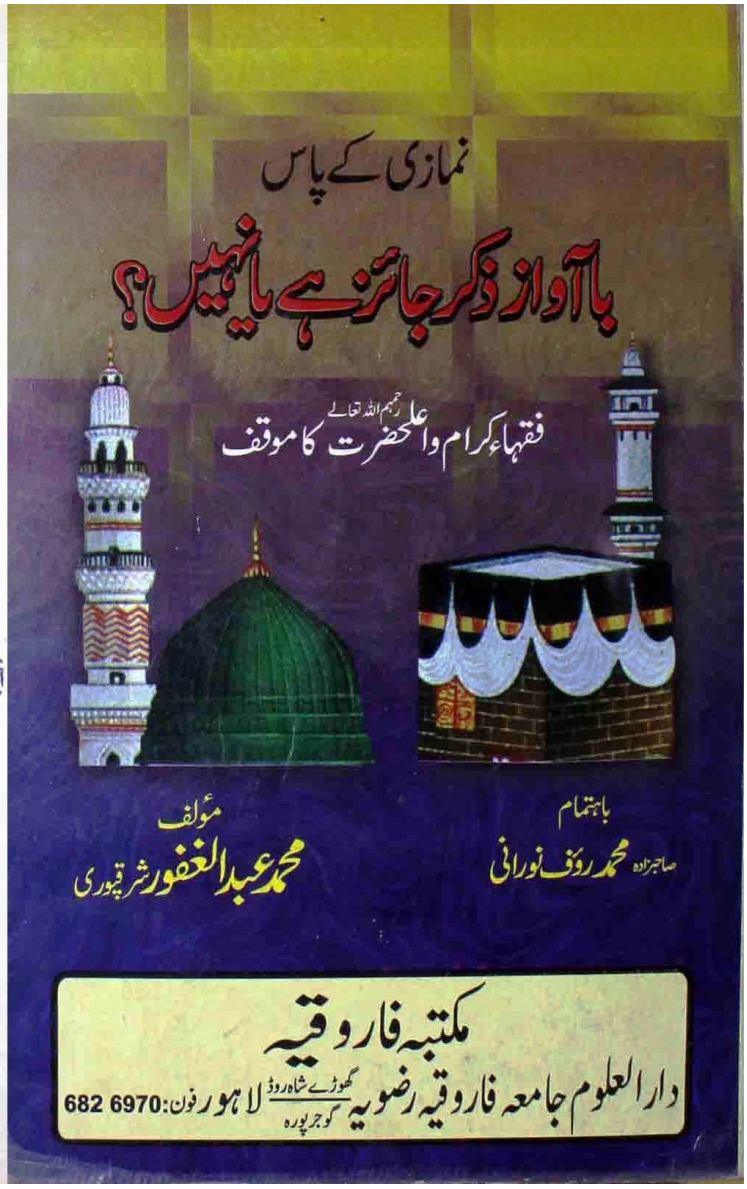

مبارکہ میں مسجدوں میں ذکر الٰہی سے روکنے والے کو بڑا ظالم فرمایا گیا ہے تو جب ذکر سے مراد نماز ہے تو نماز سے روکنے ولا نماز کے لیے رکاوٹ بننے والا بڑا ظالم ہوا اور نماز کا ذکر اللہ ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اقم الصلوۃ لذکری [1]

میری یاد کے لیے میرے ذکر کیلئے نماز قائم رکھ [2] بلکہ نماز تو تمام ذکروں کا مجموعہ ہے گویا نماز سے روکنا یا رکاوٹ بننا تمام ذکروں کا روکنا اور تمام ذکروں کیلئے رکاوٹ بننا ہے۔

پھر یہ کہ نماز ذکر فرض اور نماز کے بعد بلند آواز سے دوسرے اذکار زیادہ سے زیادہ بعض کے نزدیک مستحب اور فرض کی حفاظت زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔ اگر مستحب فرض کے لیے رکاوٹ بنے تو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے۔ اور واقعی نماز کے بعد کے ذکر و درود شریف کو روکنے والا بھی۔ مناع للخیر ہے۔ بڑا ظالم ہے۔

مگر یہ کہنا کہ جب تک نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت تک آہستہ ذکر کر لیا جائے تاکہ اُنکی نمازوں میں خلل اندازی نہ ہو۔ اور وہ اپنی نماز سکون و اطمینان کے ساتھ پوری کر لیں یہ ذکر کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر بھی تو ذکر ہے اور ان نمازیوں کی فراغت کے بعد جیسے چاہیں آہستہ یا بلند ذکر کر لیں۔ اور مسجدیں

---

[1] محمد افضل قادری، پیر: اشتہار اذان واقامت وغیرہ ۱۵ مسائل کے دلائل کالم ۳

[2] محمد عبدالرشید، مولوی: رشدالایمان، ص ۲۲۸

[3] ابوداؤد محمد صادق قادری، مولانا: اذان و نماز کے بعد ذکر و درود، ص ۷

(بقیہ صفحہ ۲۲۳) بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۱۰۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ قرآن کریم میں ہدایت و ایمان کو بصارت اور کفر و ضلالت کو اندھا پن فرمایا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ پیغمبر کسی کے ذمہ دار نہیں۔ اگر تمام جہان گمراہ رہے تو نبی کا کچھ نہیں بگڑتا اور اگر تمام جہان ایمان لے آوے تو ان کی نبوت میں زیادتی نہیں ہوتی سورج کے انکار سے اس کا نور گھٹ نہیں جاتا۔ اور اقرار سے بڑھ نہیں جاتا۔ لہٰذا ہم حضور کے محتاج ہیں۔ حضور اپنے رب کے سوا کسی کے حاجت مند نہیں۔ ۱۱۔ یعنی قرآنی آیات کے نزول کی دو حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ سعید لوگ اس سے ہدایت پائیں۔ دوسرے یہ کہ بدنصیب یہ کہیں کہ آپ یہ قرآن کسی سے سیکھ کر ہم کو سناتے ہیں۔ چنانچہ کفار عرب کہتے تھے کہ بنی جبیر و یسار سے پڑھ کر ہم کو سناتے ہیں۔ خیال رہے کہ لِيَقُوْلُوْا میں لام عاقبت کا ہے نہ کہ تعلیلیہ، یعنی ان آیات کے نزول کا انجام یہ ہو گا (تفسیر خازن و بیضاوی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات کفار کی گمراہی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ جیسے بارش سے بعض درخت سوکھ جاتے ہیں۔

۱۔ خواہ وحی جلی ہو جیسے قرآن یا وحی خفی جیسے حدیث شریف۔ کیونکہ حدیث و قرآن دونوں ہی وحی ہیں۔ لہٰذا یہ آیت چکڑالویوں کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ۲۔ یعنی فی الحال مشرکین سے روگردانی فرمالیں۔ ان پر سختی نہ کریں۔ جب جہاد کی آیات آویں تب جہاد فرمانا۔ لہٰذا یہ آیت جہاد کی آیت سے منسوخ ہے (خازن و بیضاوی) یا یہ معنی ہیں کہ آپ مشرکوں کی بات نہ مانیں۔ لہٰذا یہ آیت محکم ہے ۳۔ معلوم ہوا کہ کفار کا کفر رب کے ارادے سے ہے ہاں اس کی رضا سے نہیں۔ ارادہ اور رضا میں بڑا فرق ہے۔ ۴۔ یعنی آپ ان کے ذمہ دار نہیں کہ ان کے کفر کا آپ سے سوال ہو کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے ۵۔ مسلمان کافروں کے بتوں کی برائیاں کرتے تھے۔ وہ بے وقوف شان الٰہی میں بکواس کرنے لگے۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت پرستوں کے سامنے ان کے معبودوں کو برا نہ کہو ابن انباری فرماتے ہیں کہ یہ آیت آیات جہاد سے منسوخ ہے جب مسلمانوں میں طاقت آگئی کہ کفار کو رب کی شان میں گستاخی سے روک سکیں تو انہیں اس کی اجازت مل گئی۔ (خازن۔ خزائن العرفان) اس لئے خود قرآن کریم میں شیطان اور بتوں اور سرداران قریش کی برائیاں بھری پڑی ہیں۔ رب نے فرمایا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ الخ۔ اور فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ وغیرہ۔ اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بن جائے جو ہم سے مٹ نہ سکے، تو اس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ بتوں کی برائی عبادت ہے۔ دوسرے یہ کہ واعظ و عالم اس طریقہ سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو جائے اور فساد و مار پیٹ تک نوبت پہنچے۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہو کہ اسے نصیحت کرنا اور زیادہ خرابی کا باعث ہو گا تو نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ کبھی ضد سے انسان اپنا دین بھی کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اللہ کو مانتے تھے۔ پھر حضور کی ضد میں اس کی شان میں بھی بے ادبی کرتے تھے ۶۔ معلوم ہوا کہ زیادہ قسمیں کھانا کفار کا طریقہ ہے۔ شیطان نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے قسم ہی کھائی تھی۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۔ ۷۔ شان نزول۔ کفار مکہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ حضرت موسیٰ، عیسیٰ و صالح کے معجزات بیان فرماتے ہیں۔ اگر ہم کو ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آویں فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ بولے کہ صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے یا ہمارے بعض مردے جی کر آپ کی گواہی دے دیں۔ یا فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔ فرمایا اگر ان میں سے کچھ

بقیہ صفحہ ۹۶۱ پر

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ
تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے لہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ
منہ پھیر لو ۲ اور اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے ۳ اور ہم نے تمہیں ان پر
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا
نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے نہیں ۴ اور انہیں گالی نہ دو
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا
جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ
زیادتی اور جہالت سے ۵ یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے
اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
Page-224.bmp
ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ
اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی ۶ اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر انکے پاس کوئی
لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا
نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے تم فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں
يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ
کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے ۷ اور ہم پھیر دیتے ہیں ان
اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ
کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے ۸
وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع
اور انہیں چھوڑ دیتے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا پھریں

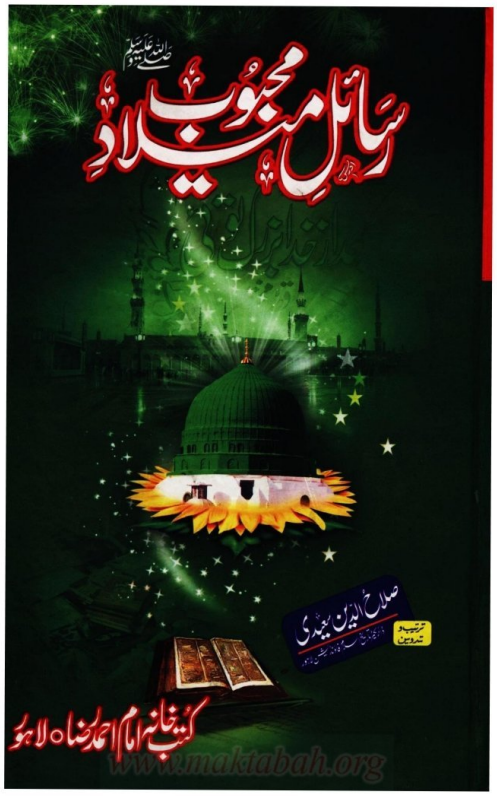

گنہگار ہوگا۔

ترجمہ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت میں فرمایا ہے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ بنا دے یعنی یہ عقیدہ کر لے کہ بعد نماز فرض داہنی طرف ہی پھر کر بیٹھنا امام پر لازم ہے۔ میں نے بسا اوقات رسول اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ بائیں طرف بھی پھر کر بیٹھتے تھے اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ جو کوئی امر مستحب پر جیسے بعد نماز داہنی طرف پھر کر بیٹھنا مستحب ہے اصرار کرے اور اس کو واجب سمجھے وہ بیشک شیطان سے گمراہی کا حصہ لینے والا ہے پھر جو کوئی بدعت سیئہ پر اصرار کرے اس کی کیا حالت ہوگی۔

مگر اہل اسلام سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا کہ جو سوائے فرائض شرعیہ مقررہ صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ وغیرہا کے کسی اور امر کو امور سے فرض یا واجب جانتا ہو۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بجواب مطاعن مولانا عبدالحکیم پنجابی کہ جو زبدۃ النصائح میں مع جوابات مولانا محرر و مسطور ہیں بدیں طور تحریر فرماتے ہیں۔ قولہٗ عرس بزرگان خود را) ایں طعن مبنی است بر جہل بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمید اند'' اور مداومت کرنے سے کسی امر مستحب پر مثل مداومت کرنے کی امور مفروضہ پر۔ فرض یا واجب جاننا اس امر کا اعتقاداً زنہار لازم نہیں آتا اور بلا اعتقاد فرضیت اور وجوب مداومت کرنے کو امور مستحاب اور جملہ خیرات پر خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بدیں طور کہ اس امر مستحب کو چند روز کر کے پھر ترک کر دینا مذموم معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ چنانچہ ابن ماجہ میں ہے حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس

www.maktabah.org

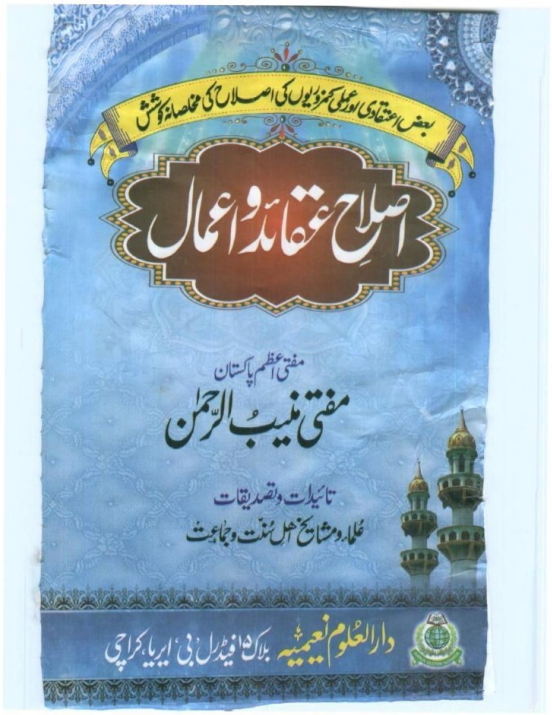

اتنی خبر نہیں کہ زبانِ متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خَذَلَهُمُ اللهُ تَعَالٰی جَمِیْعًا، بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود ملا جی کے خیال میں اپنی ملائی جی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا، حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسنِ عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا، بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے، حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنّت کا تھا، اسی بنا پر متعدد کو شیعہ کہا گیا، بلکہ کبھی محض غلبہ محبتِ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے، حالانکہ یہ محض سنیت ہے، (نزہۃ القاری، ج:۵، ص:۶۶۷)''۔

جب بے راہ روی اور بے دینی عام ہوجائے، اعتدال وتوازن کے بجائے افراط وتفریط کی راہ اختیار کرلی جائے، مباحات سے تجاوز کر کے مکروہات وممنوعات ومحرمات کا ارتکاب کیا جانے لگے، مستحبات ومندوبات کو فرائض وواجبات سے زیادہ اہمیت دی جانے لگے، بلکہ فرائض، واجبات اور سنن الہدیٰ سے بے پروائی اور لاتعلقی کا اظہار ہونے لگے، غیر شرعی رسومات وخرافات کو شرعی احکام وتعلیمات کی حیثیت دی جانے لگے، تو دین وملت کا درد رکھنے والے مصلحین کو حتی الوسع تمام مؤثر ومناسب اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔

مومن کی شان اور پہچان تو یہ ہے کہ اس کی خواہشات، اس کے عزائم، اس کا مزاج، اس کی طبیعت تابعِ شریعت ہوں۔ سیّدی ضیاء الامت حضرت علامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی نے تفسیر ضیاء القرآن میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی کا قول نقل کیا ہے:

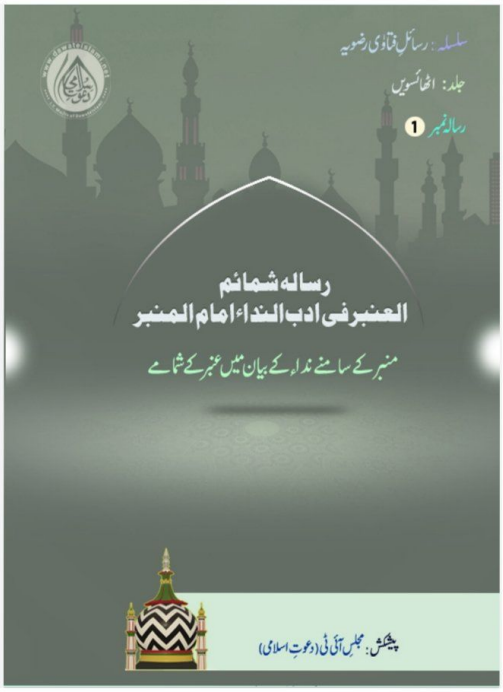

والحمد للہ رب العلمین۔

ثالثا: نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحکم العدل وما کان عھدہ فھو الفصل المرتسخ من الحدیث الصحیح ان ھذا الاذان کان یکون بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی باب المسجد فعلم ان ھذا القدر من القرب ھو المراد ھھنا فمن زادا ونقص فقد تعدی وظلم ای من زاد فی القرب فادخل الاذان فی المسجد بالمعنی الاول فقد تعدی فی سنۃ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن نقص منہ فجعل ھذا الاذان خارج المسجد بالمعانی الثلثۃ فقد ظلم ومن جعلہ داخل المسجد بالمعینین الاخرین وخارج المسجد بالمعنی الاول فھو الذی بالحق حکم و حکم اللہ ورسولہ اجل واحکم جل وعز وتعالٰی وتکرم وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

نفحہ ۲: ظھر مما زھر وللہ الحمد سفاھۃ من تشبث ھھنا یقول الراغب فی مفرداتہ یقول: یقال

فیصلہ ظاہر ہو گیا مگر یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں ہم تو اس ظہور حق پر اللہ تعالٰی کی حمد ہی کرتے ہیں۔

ثالثاً: یہاں بین یدیہ کی حد متعین کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم العدل ہیں اور جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں ہوتا تھا وہی حق و باطل کے درمیان امتیاز ہے جسے حدیث صحیح سے سنا جا چکا کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی تو یہاں قرب کی بحکم رسول یہی حد مقرر ہوئی اور جو اس پر اضافہ کرے یا اس میں کمی کرے وہ ظلم و تعدی کرنے والا ہے پس جس نے اس قرب مروی میں اضافہ کرکے داخل مسجد کر دیا تو اس نے سنت رسول پر زیادتی کی، اور جس نے اس قرب میں کمی کی کہ ہر سہ معنی مسجد سے اس کو خارج کر دیا اس نے بھی ظلم کیا اور جس نے دو آخری معنی کے اعتبار سے خارج مسجد کیا اور معنی اول کے اعتبار سے داخل مسجد کیا، اس نے حق کے موافق حکم کیا، اور حکم اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

نفحہ ۲: الحمد للہ گزشتہ صفحات میں تحقیقات کے جو گلشن لہلہائے ان سے ان صاحب کی ناسمجھی ظاہر ہو گئی جنھوں نے اذان خطیب کے داخل مسجد ہونے پر مفردات امام راغب

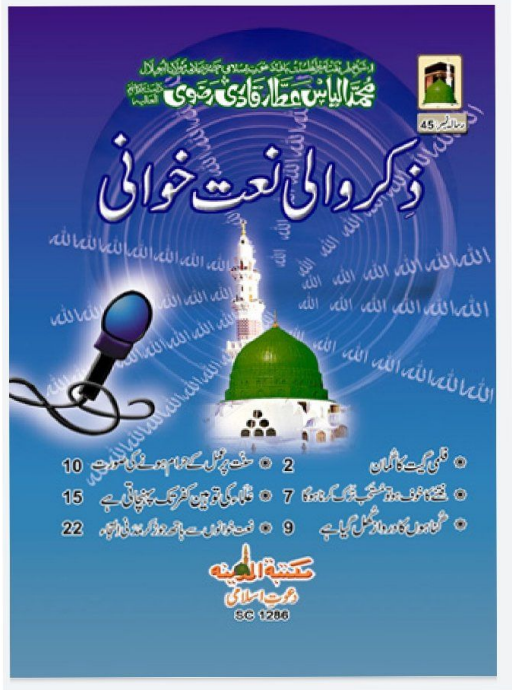

فرمانِ مصطفٰے: (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) جس نے مجھ پر ایک دُرُود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔

کی نیّت سے نیز ماڈرن نوجوان اِس بہانے محفلِ نعت میں آجاتے ہوں اِس وجہ سے اگر **ذِکر والی نعت خوانی** کر لی جائے تو کیا حَرَج ہے؟

جواب: بے شک مسلمانوں کا دل خوش کرنا نیز ماڈَرن نوجوانوں کو دین کے قریب لانا خوبیاں ہیں مگر **ذکر والی نعت خوانی** کرنے سے مسلمانوں میں نفرتیں پھیل رہی ہیں جو کہ بَہُت بڑی خرابیاں ہیں اور خَرابیوں کے اسباب سے بچنے کیلئے خوبیوں کے اسباب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اگر نَفْع حاصل کرنے کی خاطر نُقصان اُٹھانا پڑتا ہو تو اُس نَفْع کو تَرک کرنا ہوگا۔ جیسا کہ میرے آقا **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَهَمُّ مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ یعنی خرابیوں کے اسباب دور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے اَہَم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج۹ص۵۵۱)

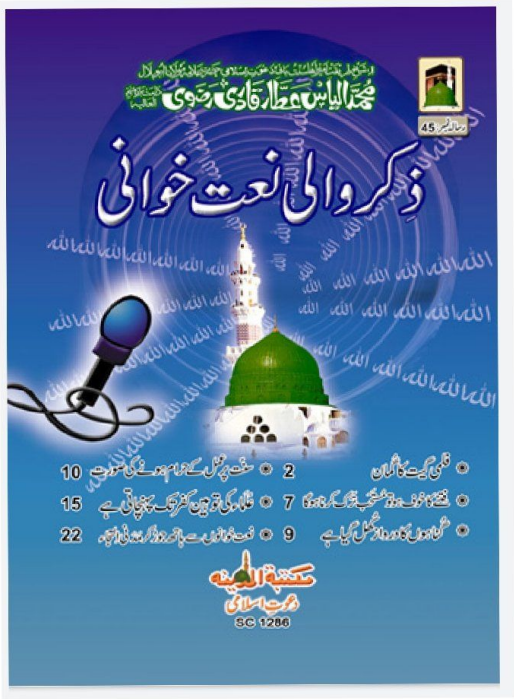

فرمانِ مصطفٰے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) جب تم مُسلمین (علیہم السلام) پر دُرُود پاک پڑھو تو مجھ پر بھی پڑھو بے شک میں تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں۔

الفلق اور سورۃُ النّاس) سے پڑھادی۔ اور مُعاذ ابنِ جَبَل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رُخسارۂ مبارَک شدّتِ جلال سے سُرخ ہوگئے اور فرمایا: کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے! کیا تُو لوگوں کو فِتنہ میں ڈالنے والا ہے! کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے! اے معاذ؟ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج۶ص۳۲۵)

مسلمانوں کو فتنے سے بچائیے

میٹھے میٹھے نعت خوانو! اَللّٰہ عزوجل آپ کا مُنہ سلامت رکھے۔ خدارا! مان جائیے! اور صِرف پُرانے انداز پر نعتیں پڑھنے کی ترکیب بنائیے۔ یقیناً دنیا کا کوئی بھی مفتی اسلام **مُروَّجہ ذِکر والی نعت خوانی** کو واجِب نہیں کہے گا، زیادہ سے زیادہ مُباح (جائز) کہے گا۔ اگر بالفرض کوئی مفتی صاحِب مُستحب بھی قرار دے دیں تب بھی حالاتِ حاضِرہ کا تقاضا یہی ہے کہ اس امرِ مُستحب کو ترک کر دیا جائے کیوں کہ اس سے مسلمانوں کے مابَین نفرت کا سلسلہ چل نکلا ہے اور تکفیرِ مسلمین سے بچنے کیلئے ضَرورتاً مُستحَب کو ترک کر دینے کا حکم ہے۔ جیسا کہ میرے آقا **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے درمیان

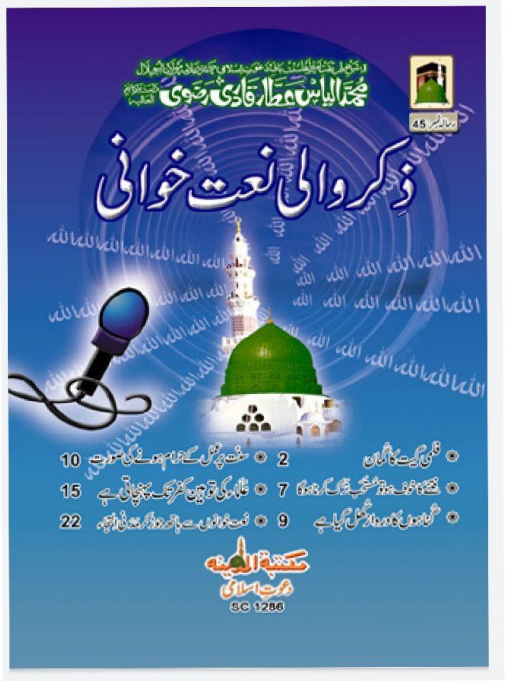

فرمانِ مصطفٰے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) جو مجھ پر روزِ جمعہ دُرُود شریف پڑھے گا میں قیامت کے دن اُس کی شفاعت کروں گا۔

پیار و مَحبَّت کی فَضا قائم رکھنے کا ایک **مَدَنی اُصول** بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اِتیانِ مُستَحَب و ترکِ غیرِ اَولیٰ پر مُداراتِ خلق و مُراعاتِ قُلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعِث ہونے سے بَہُت بچے۔ (فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج۴ص۵۲۸) اِس ارشادِ رضوی کے بعد سرکارِ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماننے والوں کو **ذکر والی نعت شریف** پڑھنے سے بچنا ہی چاہئے اس لئے کہ ان کا یہ فِعل فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعِث بن رہا ہے اور مجھ سگِ مدینہ عُفِیَ عَنْہُ اور دیگر بے شمار مسلمانوں کو اس سے سخت تشویش ہے۔ اس ارشادِ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مفہوم یہ ہے کہ مُستَحَب عمل کو بھی ترک کرنا پڑے تو کر دے مگر لوگوں کے دلوں کی خوشی کو مُقدَّم رکھے اور فِتنہ و فساد کا سبب بننے سے دُور رہے۔ ایک دوسرے کے خلاف چہ مگوئیاں کر کے فتنے کھڑے کرنے والوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بَہُت بَہُت ڈرنا چاہئے۔ آپ کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت سرکارِ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک فتوٰی عرض کرتا ہوں۔ یہ فتوٰی مذکورہ مسئلے میں شرعی حکم کے طور پر نہیں بلکہ فِتنے کے

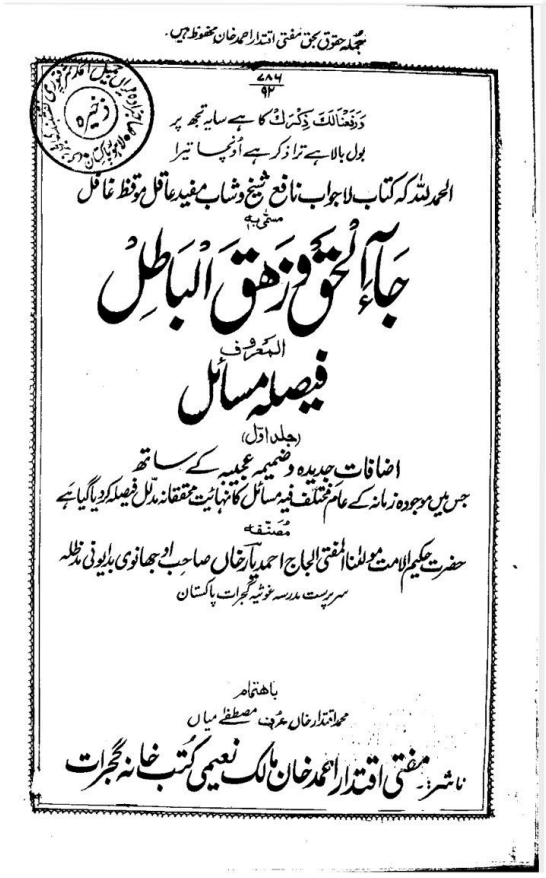

مجملہ حقوق بحق مفتی اقتدار احمد خان محفوظ ہیں۔

۷۸۶
۹۳

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل ومحفظ غافل

مسمّٰی بہ

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ وضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت متقنانہ مدلل فیصلہ کردیا گیا ہے

مصنفہ

حضرت حکیم الامت مولانا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اویسی بھانوی بدایونی مدظلہ

سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام

محمد اقتدار خاں عرف مصطفےٰ میاں

ناشر: مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

اَیْ صَلٰوۃِ بِدْعَۃٍ مُحَرَّمَۃٍ وَّ اِلَّا فَقَدْ تَکُوْنُ وَاجِبَۃً کَنَصْبِ الْاَدِلَّۃِ وَ تَعَلُّمِ النَّحْوِ وَمَنْدُوْبَۃً کَاِحْدَاثِ نَحْوِ رُبَاطٍ وَّمَدْرَسَۃٍ وَکُلِّ اِحْسَانٍ لَمْ یَکُنْ فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ مَکْرُوْھَۃً کَزَخْرَفَۃِ الْمَسْجِدِ وَمُبَاحَۃً کَالتَّوَسُّعِ بِلَذِیْذِ الْمَاْکِلِ وَالْمَشَارِبِ وَالثِّیَابِ کَمَا فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ۔

یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانہ میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے کہ مسجدوں کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے۔

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی واضح ہوئیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ واصول فقہ یا قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدرسوں میں تعلیم کے درس وغیرہ بنانا۔

بدعت کی قسموں کی پہچانیں اور علامتیں

بدعت حسنہ اور سیئہ کی پہچان تو بتادی گئی کہ جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنّت کو مٹانے والی ہو۔ وہ بدعت سیئہ۔ اور جو ایسی نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے۔ اب ان پانچ قسموں کی علامتیں معلوم کرو۔

بدعت جائزہ:۔ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جاوے۔ جیسے چند کھانے کھانا وغیرہ۔ اس کا حوالہ مرقاۃ اور شامی سے گذر گیا۔ ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔

بدعت مستحبہ:۔ وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو۔ اور اس کو عام مسلمان کارِ ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے جیسے محفل میلاد شریف اور فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کارِ ثواب جانتے ہیں۔ اس کو کرنے والا ثواب پاویگا۔ اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے رَوَی عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مَا رَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ وَفِیْ حَدِیْثٍ مَرْفُوْعٍ وَلَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری اُمّت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ کے شروع میں ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِءٍ مَّا نَوٰی۔

اعمال کا مدار نیت سے ہے اور انسان کے لیئے وہی ہے جو نیت کرے۔

محمد حقوق بحق مفتی اقتدار احمد خان محفوظ ہیں۔

۷۸۶
۹۲
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل ومتوظ غافل
مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ وضمیمہ عجیبہ کے ساتھ

جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلل فیصلہ کردیا گیا ہے

مصنفہ
حضرت حکیم الامت مولانا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفےٰ میاں
ناشر:- مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

درمختار جلد اوّل بحث مستحبات وضو میں ہے۔

وَمُسْتَحَبُّهُ وَهُوَ مَا فَعَلَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّةً وَتَرَكَهُ أُخْرٰى وَمَا أَحَبَّهُ السَّلَفُ

مستحب وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور وہ کام جسے گذشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

فَإِنَّ النِّيَّاتِ تَجْعَلُ الْعَادَاتِ عِبَادَاتٍ

کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنادیتی ہے۔

اسی طرح مرقاۃ بحث نیت میں بھی ہے۔

ان احادیث وفقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جاوے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں۔ وہ عنداللہ بھی کار ثواب ہے۔ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں جس کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔ گواہی کی نفیس بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو اور اس کتاب میں بھی عرس بزرگان کی بحث میں کچھ اس کا ذکر آویگا۔ انشاء اللہ۔

بدعت واجبہ:۔ وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔ جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا اس کے حوالے گذر چکے۔

بدعت مکروہہ۔ وہ نیا کام جس سے کوئی سنّت چھوٹ جاوے۔ اگر سنّت غیر مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سنّت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی۔ اسکی مثالیں اور حوالے گذر گئے

بدعت حرام:۔ وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جاوے۔ یعنی واجب کو مٹانیوالی ہو۔

درمختار باب الاذان میں ہے کہ اذان کے بعد سلام کرنا ۱۰۷۷ھ میں ایجاد ہوا۔ لیکن وہ بدعت حسنہ ہے۔ اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَكْرُوهٍ لِأَنَّ الْمُتَوَارِثَ لَا يَكُونُ مَكْرُوهًا وَكَذَلِكَ تَقُولُ فِي الْأَذَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيبِ فَيَكُونُ بِدْعَةً حَسَنَةً إِذْ مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ اس سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہوجائے باعث ثواب ہے۔

آؤ ہم آپ کو دکھائیں کہ اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

ایمان:۔ مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

جواب میں ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ'' بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کا موقف 27 نومبر 2015ء کے روزنامہ جنگ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد نفسِ مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی:

''فرض نمازوں کے بعد کے اوقات حدیث شریف کے مطابق قبولیت کے اوقات ہیں۔ فرائض کے بعد دعا کرنا نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے، اس سلسلے میں کثیر احادیث موجود ہیں۔ محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے معارف السنن میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے اسود العامری کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی، آپ نے جب سلام پھیرا تو پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی''، (معارف السنن، 125/3)۔ اسی طرح کنز العمال میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے معبود!۔۔۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے، اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتا، (ایضاً)۔ اس طرح کی روایات فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے ثبوت واستحباب کے لیے کافی ہیں، البتہ اسے سنتِ مستمرّہ دائمہ کہنا مشکل ہے، اس بنا پر اسے ضروری اور لازم سمجھ کر کرنا اور نہ کرنے والوں پر طعن وتشنیع کرنا دونوں درست نہیں''۔

اگر نہ کرنے والے کرنے والوں پر مطلقاً طعن وتشنیع کریں تو یہ مکروہ ہے یا وہ اسے حرام سمجھ کر طعن وتشنیع کریں تو وہ مجرم ہیں اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرنے والے ہیں، نیز سلام پھیرتے ہی جوتے ہاتھ میں تھام کر مسجد سے نکل جانا کس کی سنت ہے اور اس کی کیا دلیل ہے؟۔

ہمیں جناب ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کے موقف سے اتفاق ہے کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا مُستحب ہے، نہ کہ سنتِ مُستمرّہ۔ نیز اسے واجب اور لازم سمجھ کر کرنا اور نہ کرنے

Marfat.com

والوں پر طعن وتشنیع کرنا درست نہیں ہے۔ ہم اپنے موقف کو تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

(1) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

ترجمہ: ''دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ''۔ (سورۃ الاعراف:55)

(2) اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

ترجمہ: ''مجھ سے دعا کرو میں (ضرور) قبول کروں گا''۔ (المؤمن:60)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: ''المؤمن:60 میں ارشاد ہے: ''اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے''۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد دعا ہے یا اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ''وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' کی تفسیر میں فرمایا: ہر عبادت دعا میں منحصر ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی: ''بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے''، (سنن ترمذی:2969، سنن ابوداؤد:1479، سنن ابن ماجہ:3828)''۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دعا سے اس کا معروف معنی مراد لیا جائے تو وہ بھی درست ہے اور اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی اس کی عبادت کرنا ہے''۔ (تبیان القرآن، جلد دہم، ص:395)

بندے کی دعا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کسی نہ کسی درجے میں مطلوب ہے، ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

(1) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔

Marfat.com

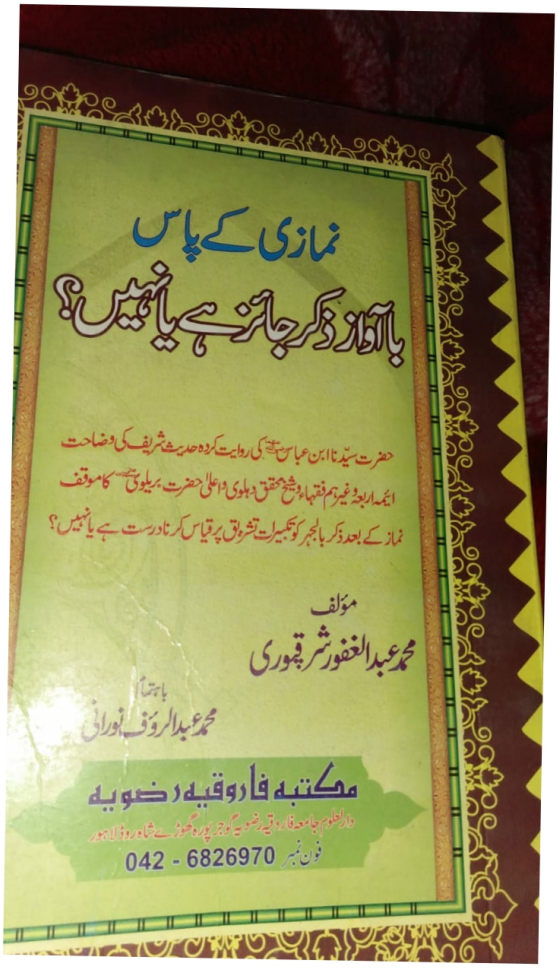

امام احمد رضا اور ہمارے دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط کو صرف جائز کہا تھا۔ جبکہ کسی نمازی وغیرہ کو ایذا و خلل نہ ہو نہ کہ اس کو سنت اور ضروری قرار دیا تھا۔ انکا مطلب یہ تھا کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفرط کو ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر جائز کام کا کرنا کوئی ضروری نہیں ہو جاتا مگر ہمارا رویہ اب یہ ہو گیا ہے کہ جو کام جائز ہے اس کو ضرور کیا جائے۔ اور بعض مرتبہ ہم اس میں اس قدر غلو کر جاتے ہیں۔ جائز مستحب کام بھی ضروری سمجھ کر بڑی پابندی سے کرتے ہیں اور فرض کو چھوڑ دیتے ہیں۔ گیارہویں بڑی پابندی سے دیتے ہیں، زکوٰۃ نہیں دیتے۔ شب قدر میں نوافل پڑھنے کے لئے مسجدیں بھر جاتی ہیں فرائض نماز سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے نمازی سونے والے اور بیمار کے پاس ذکر بالجہر کو "نہی عن المنکر" فرمایا ہے۔ اور جس کا روکنا حسب قدرت واجب قرار دیا ہے۔ اس کا ذکر راقم نے اپنے متعدد اشتہارات میں با حوالہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں بھی حضرت علامہ مولانا عبدالغفور شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ دامت برکاتہم نے تمام حوالے جمع کر دیئے ہیں، ملاحظہ فرمالیں۔ احقر مسئلہ کی حد تک حضرت مولانا کی تائید کرتا ہے۔ اگر حضرت کی کسی عبارت سے کسی صاحب علم کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو اس سے راقم بری الذمہ ہے۔ فقیر نے حضرت کی کتاب بعض مقامات سے دیکھی بڑی مفید اور معلو[illegible]

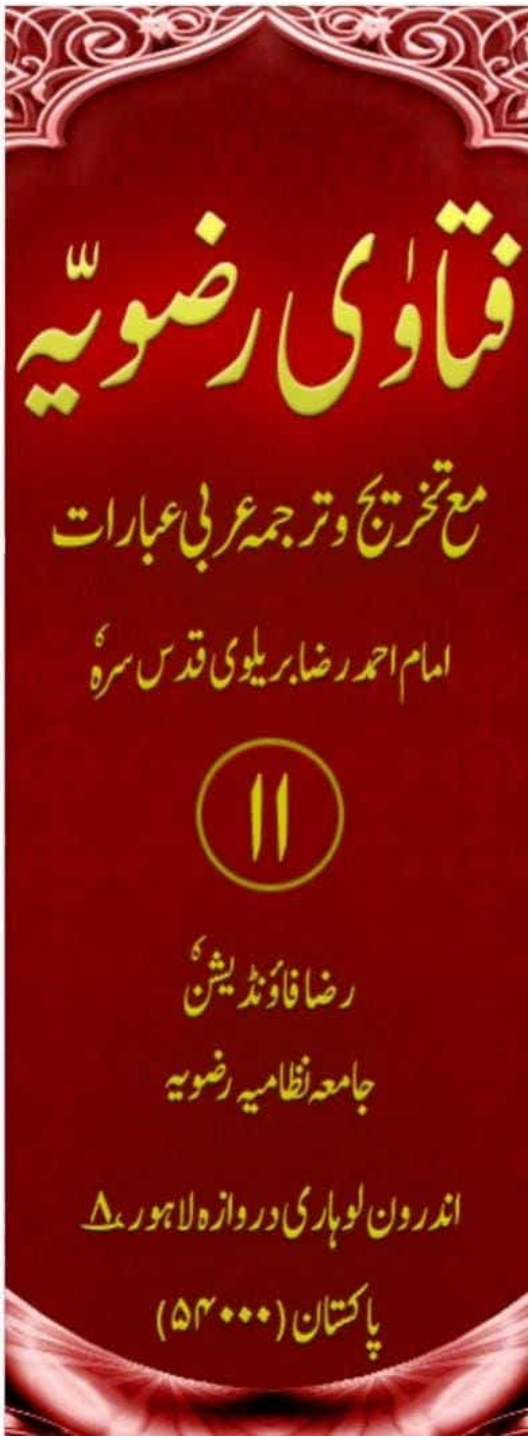

مسئلہ ۴۲: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اوراس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہوچکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہوجائے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں، زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھروالے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تونے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کردیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگانا ہے کیونکہ ہم شریف ہیں، اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں شادی بیاہ کرسکتے ہیں، یہ نکاح ٹھیک نہیں، اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے، آیا سنت میں داخل ہے یا خلاف سنت؟ اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں رہا یا نہیں؟ اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کئے جائیں؟ اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور برا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں؟ فقط، جناب اعلٰی حضرت کے مع آیت وحدیث، مہر، دستخط کے امیدوار ہیں، **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح سنت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنت نہیں، بلکہ اس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے، پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے، ناجائز ہوجاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ : **بشروا ولاتنفروا**[1] (خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۳، ۴۴: از چوہڑ کوٹ یار کھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ :	کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :
(۱) اگرزنے بیوہ شود دویم بار نکاح کردن لازم است یا میتواند کہ من نکاح نمی کنم کہ مے گوید بنشینم رواست یا نہ، خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود، ہر چہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند۔	(۱) کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے جبکہ وہ کہتی ہے میں نکاح نہیں کروں گی اور بغیر نکاح بیٹھوں گی، جوان، درمیانہ عمر یا عمر رسیدہ ہو، کیا اس کو بغیر دوسرے نکاح کے بیٹھنا جائز ہے جو شرعی حکم ہو تحریر فرمادیں۔
(۲) چو پدر درزندگی خود دختر رابکودکے در عقد	(۲) باپ نے بیٹی کا نکاح کسی بچے سے کیا اور خاوند

[1] صحیح بخاری باب ماکان النبی یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

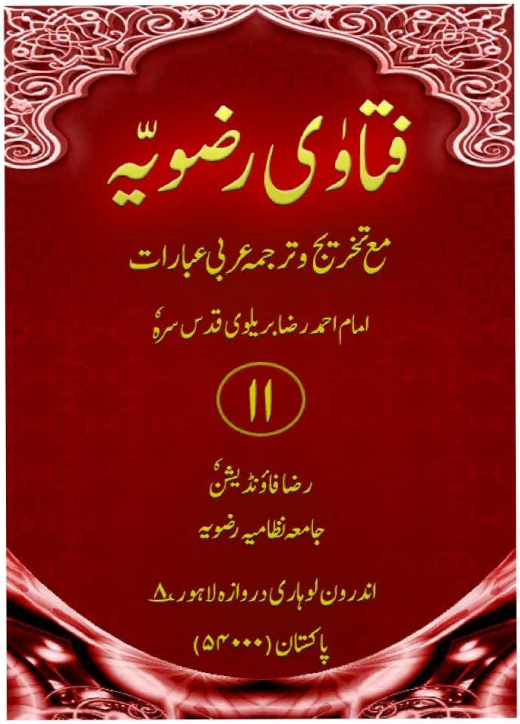

مسئلہ ۴۲: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہوچکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہوجائے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں، زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تو نے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کردیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگانا ہے کیونکہ ہم شریف ہیں، اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں شادی بیاہ کرسکتے ہیں، یہ نکاح ٹھیک نہیں، اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے، آیا سنت میں داخل ہے یا خلاف سنت؟ اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں رہا یا نہیں؟ اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کئے جائیں؟ اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور برا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں؟ فقط، جناب اعلٰی حضرت کے مع آیت وحدیث، مہر، دستخط کے امیدوار ہیں، **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح سنت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنت نہیں، بلکہ اس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے، پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے، ناجائز ہوجاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **بشروا ولاتنفروا**[1] (خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۳، ۴۴: از چوہڑ کوٹ یار کھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ:	کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:
(۱) اگر زنے بیوہ شود دویم بار نکاح کردن لازم است یا میخواہد کہ من نکاح نمی کنم کہ مے گوید بنشینم رواست یا نہ، خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیر زن بود، ہر چہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند۔	(۱) کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے جبکہ وہ کہتی ہے میں نکاح نہیں کروں گی اور بغیر نکاح بیٹھوں گی، جوان، درمیانہ عمر یا عمر رسیدہ ہو، کیا اس کو بغیر دوسرے نکاح کے بیٹھنا جائز ہے جو شرعی حکم ہو تحریر فرمادیں۔
(۲) چو پدر در زندگی خود دختر را بکودکے در عقد	(۲) باپ نے بیٹی کا نکاح کسی بچے سے کیا اور خاوند

[1] صحیح بخاری باب ماکان النبی یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶